مُشاجراتِ صحابہؓ سے متعلق چند اُصول

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب

مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں وقتاً فوقتاً بعض لوگ اپنی آرار پیش کرتے رہے ہیں۔ کچھ عرصے پیشتر بھی ایسی ہی ایک بحث چھڑ گئی تھی اور اس سے متعلق تحریریں جامعہ مدنیہ کے دارالافتار میں بھی بھیجی گئیں۔ اس وقت چند اُصولی باتیں ذکر کی گئی تھیں۔ افادہ عام کے لیے ان کو رسالہ میں شائع کیا جارہا ہے

(۱) فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ اپنے اُصول میں لکھتے ہیں۔

"فالحاصل ان الحق فی موضع الخلاف واحد أو متعدد فعندنا الحق واحد - وقال بعض الناس وهم المعتزلة الحقوق متعددة . . . واختلف أهل المقالة الصحيحة فقال بعضهم ان المجتهد اذا اخطأ كان مخطأً ابتداء وانتهاء وقال بعضهم بل هو مصيب فی ابتداء اجتهاده لكنه مخطئ انتهاء فيما طلبه - وهذا القول الآخر هو المختار عندنا - وقد روی ذلك عن ابی حنیفة رحمه الله انه قال كل مجتهد مصيب والحق عند الله تعالیٰ واحد - ومعنی هذا الكلام ما قلنا . . . وقال ابوحنيفة رحمه الله فی مدعی الميراث اذا لم يشهد شهوده انالا نعلم له وارثاً غيره انی لا اَقبل المدعی وهذا شئ احتاط به القضاة وهو جور سماه جوراً وهو اجتهاد لانه فی حق المطلوب مائل عن الحق وهو معنی الجور والظلم

اختلاف کے موقع میں حق ایک ہوتا ہے یا متعدد ہوتا ہے؟ تو ہمارے نزدیک حق صرف ایک ہوتا ہے جبکہ معتزلہ کا کہنا ہے کہ حق متعدد ہوتا ہے . . . پہلا قول جو صحیح ہے اس کے قائلین

کا پھر آپس میں اختلاف ہُوا اور ان میں سے بعض کا کہنا ہے کہ مجتہد سے جب خطا ہو تو ابتداء و انتہاء دونوں ہی میں خطا شمار ہوتی ہے، جبکہ دوسروں کا کہنا ہے کہ وہ ابتدائے اجتہاد میں تو درستگی پر ہوتا ہے ـــــ البتہ آخر میں حکم کو معلوم کرنے میں وہ خطا کر جاتا ہے۔ یہ دوسری بات ہمارے نزدیک مختار و پسندیدہ ہے۔ یہی بات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس طرح روایت کی گئی ہے۔ ہر مجتہد دُرستگی پر ہوتا ہے (یعنی نفس اجتہاد کرنے میں) البتہ حق اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف ایک ہوتا ہے . . . امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے میراث کے اس مدعی کے لیے کہ جس کے گواہوں نے اپنی گواہی میں یہ نہ کہا ہو کہ ہم اس کے علاوہ اور وارثوں کا ہونا نہیں جانتے کہا ہے کہ میں اس مدعی سے کفیل وضامن طلب نہیں کروں گا جبکہ دوسرے قاضیوں نے اس بارے میں احتیاط کو اختیار کیا ہے لیکن یہ جور و ظلم ہے۔ امام صاحب نے اس کے اجتہاد ہونے کے باوجود اس کو جور و ظلم کیونکہ یہ مطلوب کے حق میں حق سے میلان و اعراض ہے اور یہی جور و ظلم کا معنی ہے۔

" علامہ عبدالعزیز بخاری رحمہ اللہ اُصول بزدوی پر اپنی شرح کشف الاسرار میں لکھتے ہیں۔

. . . ولما کان لقائل ان یقول الحق و ان کان واحدا فی المجتہدات لکن کل مجتہد مصیب فی حق العمل مامور بالعمل باجتہادہ فلا یجوز تسمیۃ ما ثبت بالاجتہاد جورا ۔ اشار الشیخ الی الجواب فی الدلیل فقال انما سماہ جورا لانہ ای القاضی الذی امر باخذ الکفیل احتیاطا فی حق المطلوب و ہو اخذ الکفیل مائل عن الحق و ہو عدم تکلیف المدعی باعطاء الکفیل لان حق الحاضر معلوم قد ثبت بالحجۃ وحق الآخر موہوم فلا یجوز تاخیر حق الحاضر لآخر موہوم لا امارۃ علیہ

جب ایک کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ اجتہادی مسائل میں حق ایک ہونے کے باوجود جب ہر مجتہد عمل کی حد تک دُرستگی پر ہوتا ہے اور اپنے اجتہاد پر عمل کرنے کا مامور ہوتا ہے تو جو حکم اس نے اجتہاد سے حاصل کیا اس کو جور و ظلم کہنا جائز نہیں ہونا چاہیے ۔ شیخ نے دلیل میں جواب کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے کہا کہ امام صاحب نے اس کو جور اس لیے کہا

کہ وہ قاضی جس نے از روئے احتیاط کفیل وضامن طلب کرنے کا حکم دیا ہے اس نے حق (جو یہ ہے کہ مدعی کو کفیل پیش کرنے کا پابند نہ کیا جائے) سے اعراض کیا ہے، کیونکہ مدعی کا حق معلوم ہو چکا ہے اور دلائل سے ثابت ہو چکا ہے، جبکہ کسی دوسرے وارث کا حق ہونا وہمی ہے۔ لہٰذا ایسی وہمی بات جس کا کوئی قرینہ نہیں ہے اس کی خاطر مدعی اور موجود وارث کے حق کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲) "وقال اهل السنة كان الحق مع علی رضی الله عنه وإن من حاربه مخطئ فی الاجتهاد فهو معذور وان كلا من الفريقين عادل صالح ولا يجوز الطعن فی أحد منهم للاحاديث المشهورة فی مدح الصحابة والنهی عن سبهم و هذا هو الحق فماذا بعد الحق الا الضلال (نبراس ص۵۰۳)

اہلِ سُنّت کا قول ہے کہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور جن لوگوں نے ان سے لڑائی کی وہ ان کی اجتہادی خطا تھی اور وہ معذور تھے اور دونوں فریق عادل اور نیک تھے اور مدح صحابہ اور ان کو بُرا کہنے سے ممانعت کی مشہور احادیث کی بنا پر ان میں سے کسی ایک پر بھی طعن و تشنیع جائز نہیں ہے۔

علّامہ سعد التفتازانی رحمہ اللہ شرح المقاصد میں فرماتے ہیں۔

" قاتل علی رضی الله تعالیٰ عنه ثلث فرق من المسلمين علی ما قال النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم انك تقاتل الناكثين والمارقين والقاسطين۔ فالناكثون هم الذين نكثوا العهد والبيعة وخرجوا الی البصرة ومقدمهم طلحة والزبير رضی الله تعالیٰ عنهما وقاتلوا عليا رضی الله تعالیٰ عنه بعسكر مقدمهم عائشة رضی الله تعالیٰ عنها فی هودج علی جمل . . . والمارقون هم الذين نزعوا اليد عن طاعة علی رضی الله تعالیٰ عنه بعد ما بايعوه وتابعوه فی حرب اهل الشام زعما منهم انه كفر حيث رضی بالتحكيم . . . والقاسطون معاوية واتباعه الذين اجتمعوا عليه وعدلوا عن طريق الحق الذی هو بيعة علی رضی الله تعالیٰ عنه والدخول تحت طاعته ذهابا الی أنه

مالا على قتل عثمان رضى الله عنه حيث ترك معاونته وجعل قتلته خواصه و بطانته فاجتمع الفريقان بصفين. . . . .

والذى اتفق عليه اهل الحق ان المصيب فى جميع ذلك على رضى الله عنه لما ثبت من امامته ببيعة اهل الحل والعقد و ظهر من تفاوت مابينه و بين المخالفين سيما معاوية واحزابه وتكاثر من الاخبار فى كون الحق معه وما وقع عليه الاتفاق حتى من الاعداء الى أنه افضل زمانه وأنه لا احق بالامامة منه والمخالفون بغاة لخروجهم على الامام الحق بشبهة هى تركه القصاص من قتلة عثمان رضى الله عنه و لقوله صلى الله عليه وسلم لعمار تقتلك الفئة الباغية وقد قتل يوم صفين على يد اهل الشام و لقول على رضى الله عنه اخواننا بغوا علينا و ليسوا كفارا ولافسقة ولا ظلمة لما لهم من التاويل وان كان باطلا - فغاية الامر انهم اخطاوا فى الاجتهاد وذلك لا يوجب التفسيق فضلا عن التكفير - و لهذا منع على رضى الله عنه اصحابه من لعن اهل الشام وقال اخواننا بغوا علينا كيف وقد صح ندم طلحة والزبير رضى الله عنهما و انصراف الزبير رضى الله عنه عن الحرب واشتهر ندم عائشة رضى الله عنها

فان قيل لا كلام فى ان عليا اعلم وافضل و فى باب الاجتهاد اكمل لكن من اين لكم ان اجتهاده فى هذه المسئلة وحكمه بعدم القصاص على الباغى أو باشتراط زوال المنعة صواب و اجتهاد القائلين بالوجوب خطأ ليصح له مقاتلتهم وهل هذا الاكما اذا خرج طائفة على الامام وطلبوا منه الاقتصاص ممن قتل مسلما با لمثقل قلنا ليس قطعنا بخطأهم فى الاجتهاد عائدا إلى حكم المسئلة نفسه بل إلى اعتقادهم ان عليا رضى الله عنه يعرف القتلة باعيانهم و يقدر على الاقتصاص منهم كيف وقد كانت عشرة آلاف من الرجال يلبسون السلاح وينادون اننا كلنا قتلة عثمان-

حضرت علی رضؓ نے مسلمانوں کی تین جماعتوں سے لڑائی کی جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا تھا کہ تم ناکثین اور مارقین اور قاسطین سے لڑائی کرو گے۔ ناکثین تو وہ ہیں جنھوں نے عہد اور بیعت کو توڑا اور بصرہ کی طرف نکلے ان میں پیش پیش حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ تھے۔ ان لوگوں نے حضرت علیؓ سے ایسے لشکر کے ساتھ لڑائی جس کے آگے حضرت عائشہؓ ایک اُونٹ پر ہودج میں سوار تھیں۔۔۔۔

مارقین وہ لوگ تھے جنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اہلِ شام کے ساتھ لڑائی میں ان کا ساتھ دیا، لیکن پھر یہ خیال کر کے کہ تحکیم پر راضی ہو کر حضرت علی رضؓ کافر ہو گئے ہیں۔ انھوں نے اُن کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا۔۔۔ اور قاسطین حضرت معاویہؓ اور اُن کے متبعین تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف اکٹھے ہوئے اور جو حق راہ تھی یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور ان کی اطاعت کرنا اس سے انھوں نے روگردانی کی یہ خیال کرتے ہوئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف جھکاؤ اختیار کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی (خاطر خواہ) مدد نہیں کی اور اُن کے قاتلین کو اپنے خاص لوگوں میں داخل کر لیا ہے اور اس طرح صفین میں دونوں کا معرکہ ہوا۔۔۔۔ اہلِ حق نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ ان تمام اُمور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے کیونکہ ایک تو اہلِ حل و عقد کی بیعت کی وجہ سے وہ خلیفہ تھے اور دوسرے اُن کے اور ان کے مخالفین خصوصاً حضرت معاویہؓ وغیرہ کے مابین جو تفاوت تھا وہ سامنے آیا اور تیسرے بہت سی حدیثوں سے حضرت علیؓ کا حق پر ہونا ثابت ہے اور سب کا بشمول دشمنوں کے اس پر اتفاق ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں سب سے افضل تھے اور کوئی ان سے زیادہ خلافت کا لائق نہ تھا اور مخالفین باغی ہیں کیونکہ انھوں نے امام حق کے خلاف خروج کیا۔ اگرچہ اس شبہہ سے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینے کو ترک کیا اور ان کو باغی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ باغی جماعت تمہیں قتل کرے گی اور وہ اہلِ شام کے ہاتھوں صفین میں قتل ہوئے۔ ایک اور وجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ہے کہ ہمارے بھائیوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی۔ اور یہ مخالفین نہ تو کافر تھے اور نہ فاسق تھے اور نہ ظالم تھے۔ کیونکہ انھوں نے تاویل کی تھی اگرچہ وہ دُرست نہ تھی۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ انھوں نے اجتہاد میں خطا کی اور اس سے کُفر تو کجا آدمی فاسق بھی نہیں ہوتا۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے

ساتھیوں کو اہلِ شام پر لعنت کرنے سے منع کیا اور فرمایا دیہ، ہمارے ہی بھائی ہیں جنھوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ اور فاسق کہا بھی کیسے جا سکتا ہے جبکہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی ندامت اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا جنگ سے پلٹنا ثابت ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ندامت مشہور ہے۔

اگر کہا جائے کہ اس بارے میں تو کوئی کلام نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ عالم اور فضیلت والے تھے اور اجتہاد میں بھی فائق تھے لیکن تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ اس مسئلہ میں اور باغی سے عدم قصاص کے حکم میں یا اس سے قصاص لینے میں اس کے زور کے ٹوٹنے کی شرط لگانے میں ان کا اجتہاد صحیح تھا اور وجوب قصاص کے قائلین کا اجتہاد خطا تھا اور اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ان سے لڑائی جائز ہوئی بلکہ یہ تو صرف ایسی صورت ہے کہ ایک جماعت امام کے خلاف خروج کرے اور اس سے ایسے شخص سے قصاص کا مطالبہ کرے جس نے کسی مسلمان کو بھاری چیز سے قتل کیا ہو۔ جواب میں ہم کہتے ہیں کہ نفس مسئلہ کے حکم کے اعتبار سے ہم نے اُن کے اجتہاد میں خطا کی قطعیت کا قول نہیں کیا بلکہ ان کے اس اعتقاد کے اعتبار سے کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو جانتے تھے اور ان سے قصاص لینے پر قدرت رکھتے تھے۔ حالانکہ یہ بات بداہتہً خلاف واقع ہے۔ کیونکہ دس ہزار مسلح افراد سامنے آجاتے تھے اور اعلان کرتے تھے کہ ہم سب قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

مذکورہ بالا عبارات سے مندرجہ ذیل اُمور حاصل ہوئے۔

۱۔ مجتہد باغی اور جائر بھی ہو سکتا ہے۔

جب ایک بات کا حق ہونا یا ایک کا حق پر ہونا ثابت ہو تو دوسرے کی جانب سے اس سے ہٹ کر جو کچھ پایا جائے گا وہ مائل عن الحق یعنی حق سے ہٹا ہوا ہوگا اگرچہ مبنی بر اجتہاد ہو۔ اور حق سے ہٹنے یعنی مائل عن الحق ہونے ہی کو جور و ظلم کہتے ہیں۔

"سماه جورا وهو اجتهاد لانه في حق المطلوب مائل عن الحق وهو معنى الجور والظلم"

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق پر ہونا دلائل سے ثابت ہے جن میں سے ایک اجماع بھی ہے۔

"والذی اتفق علیہ اھل الحق ان المصیب فی جمیع ذلک علی رضی اللہ عنہ لما ثبت من امامتہ ببیعۃ اھل الحل والعقد وظھر من تفاوت ما بینہ و بین المخالفین سیما معاویۃ و احزابہ و تکاثر من الاخبار فی کون الحق معہ وما وقع علیہ الاتفاق حتی من الاعداء الی انہ افضل زمانہ وأنہ لا احق بالامامۃ منہ . . . ولقولہ علیہ السلام لعمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ . . . وقد صح ندم طلحۃ والزبیر رضی اللہ عنہما وانصراف الزبیر رضی اللہ عنہ عن الحرب واشتھر ندم عائشۃ رضی اللہ عنہا"

اسی لیے جمل وصفین میں فریقِ مخالف کی جانب سے میلان عن الحق کا تحقق ہُوا۔ اور چونکہ یہ میلان عن الحق امامِ حق کے خلاف خروج کی صورت میں ہُوا، لہٰذا اہلِ شام باغی بھی کہلائے کیونکہ شرعی اصطلاح میں امامِ حق کے خلاف ناحق خروج کو بغاوت* کہتے ہیں۔ درمختار میں بغاۃ کی تعریف یُوں کی ھم الخارجون علی الامام الحق بغیر الحق اور ردالمحتار میں ہے۔ ھو کما فی الفتح قوم مسلمون خرجوا علی امام العدل۔

"والمخالفون بغاۃ لخروجھم علی الامام الحق . . . ولقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ وقد قتل یوم صفین علی ید اھل الشام و لقول علی رضی اللہ عنہ اخواننا بغوا علینا"

۳۔ یہ جور یعنی میلان عن الحق بنا بر اجتہاد تھا اگرچہ اس میں خطا ہُوئی۔

"وان من حاربہ مخطئ فی الاجتھاد"۔ "فغایۃ الامر انھم اخطاوا فی الاجتھاد"

۴۔ خطا فی الاجتہاد کی بناء پر یہ معذور ٹھہرے اور ان کی تفسیق یا ان پر کسی قسم کا طعن جائز نہیں خصوصاً جبکہ مخطی فی الاجتہاد صحابی ہوں۔

"وان من حاربہ فخطئ فی الاجتھاد فھو معذور۔ وان کلا من الفریقین عادل صالح ولا یجوز الطعن فی أحد منھم للاحادیث المشھورۃ فی مدح الصحابۃ والنھی عن سبھم"

* بغاوت کی اس تعریف کو سامنے رکھیں تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کو بغاوت نہیں کہا جا سکتا۔

"فغایة الامر انهم اخطأوا فی الاجتهاد و ذلك لا یوجب التفسیق فضلا عن التکفیر و لهذا منع علی رضی اللّٰہ اصحابه من لعن اهل الشام و قال اخواننا بغوا علینا"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اخواننا (ہمارے بھائی) کہا

اوپر کی عبارات سے معلوم ہوا کہ خطأ اجتہادی کے ساتھ بغاوت اور جور جمع ہو سکتے ہیں، لیکن ایسا فقط نفس الامر کے اعتبار سے ہے جبکہ خود مجتہدِ مخطی اس کو اپنی حد تک بغاوت اور جور خیال نہیں کر رہا ہوتا اور وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرنے میں معذور ہوتا ہے۔

الحق و ان کان واحدا فی المجتهدات لکن کل مجتهد مصیب فی حق العمل مامور بالعمل باجتهاده　　(کشف الاسرار)

جن دلائل کی بنار پر ہم کسی مجتہد کو مخطی سمجھتے ہیں خود وہ دلائل یا تو اس مجتہد کے علم میں نہیں ہوتے یا وہ اس کی نظر میں مؤول ہوتے ہیں۔ اس طرح ان دلائل کے اعتبار سے وہ مجتہد معذور ہوتا ہے ہاں جب مجتہد کو دلائل سے اپنے اجتہاد کے خطا ہونے اور دوسرے کے حق پر ہونے کا علم ہو جاتا ہے تو وہ اپنی خطا سے رجوع کر لیتا ہے اور حق کو اختیار کرتا ہے جیسا کہ حضرات طلحہ و زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ملتا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ خطا جانتے ہوئے بھی وہ اس پر اصرار کرے۔

یہ تخطیہ اور تصویب دیگر مجتہد فیہ مسائل کے برخلاف قطعی ہے

اگرچہ فریقین کا عمل اجتہاد پر مبنی تھا، لیکن جب خارجی دلائل سے مثلاً تقتلك الفئة الباغية اخواننا بغوا علینا، حضرات طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کا جنگ سے انحراف اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ندامت اور مزید بریں اُمت کا اجماع واتّفاق۔ یہ ثابت ہُوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قطعاً حق پر تھے اور فریق مخالف قطعاً خطا پر تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صواب پر اور دوسرے حضرات کو خطا پر مانا جائے گا، البتہ خطا کے اجتہادی ہونے کی بنار پر اُن پر کوئی طعن جائز نہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب

ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ جب خطا اجتہاد سے تھی تو شارع کی جانب سے باغی جیسے الفاظ کہ جو فی ذاتہ موجب قدح ہیں کا استعمال ان حضرات کی شان میں کیسا ہے؟ اس کا جواب ہم مولانا

تھانوی رحمہ اللہ کے بیان القرآن سے نقل کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت آدم علیہ السّلام کے قصّے میں لکھتے ہیں۔

" اگر کسی کو خلجان ہو کہ جو خطا تاویل سے ہو وہ اس قدر دار و گیر کے قابل نہیں جواب یہ ہے کہ جس قدر فہم و خصوصیت زیادہ ہوتی ہے اس پہ ملامت زیادہ ہوتی ہے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے۔ حسنات الابرار سیئات المقربین اور حاصل اس کا یہ ہوتا ہے کہ تم نے زیادہ غور سے کیوں کام نہیں لیا۔ (ص ۱۴/۱ مطبوعہ تاج کمپنی)

۲۔ مسائل السلوک میں قولہ تعالیٰ لولا کتٰبٌ من اللہ لمسکم فیما اخذتم فیہ عذابٌ عظیمٌ جس خطأ اجتہادی پر اجر وارد ہے اس پہ عتاب اس مقولہ کی صحّت کی دلیل ہے حسنات الابرار سیئات المقربین۔

(ص ۳۸۲/۱ مطبوعہ تاج کمپنی)

تقتلك الفئة الباغیة وغیرہ میں شارع کی جانب سے ایسا ہی عتاب ہے اور ضرورت کے موقع پر شارع کے اس تخطیہ و عتاب کو محض نقل کرنا تنقیص و سوء ادب نہیں ہے۔

ایک رائے کا رفع

بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہوائے خفی موجود تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کا ادراک یا تو حاصل ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر اُن کو اس کا ادراک حاصل نہ تھا تو وہ اُن کےلیے مضر نہیں۔ کیونکہ وہ مؤثر نہیں ہے اور اگر ان کو اس کا ادراک حاصل تھا تو وہ اُن کے حق میں خفی نہ رہا اور جب اُنھوں نے ہوائے نفس کے تقاضے پر عمل کیا۔ شریعت کے تقاضوں کو پسِ پشت ڈالا تو وہ مجتہد کہاں رہے؟ اور چونکہ یہ بات اجماع کے خلاف ہے اور باطل ہے۔ لہٰذا ہوائے خفی کا قول بھی صحیح نہیں ہے۔

مشاجرات صحابہ کے بارے میں اہلِ سُنّت کا طرزِ عمل

۱۔ اہلِ سُنّت کا طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں تنقیص و طعن سے اجتناب ہے اور جو فتنے و جنگیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان واقع ہوئیں اُن کے بارے میں اہلِ سُنّت ہی کے کچھ لوگوں کا طریقہ مکمل

سکوت کا ہے کہ نہ تخطیہ کرتے ہیں نہ تصویب۔

شرح مواقف میں ہے۔

واما الفتن والحروب الواقعة بين الصحابة فالشامية انكروا وقوعها ولاشك انه مكابرة للتواتر فى قتل عثمان وواقعة الجمل والصفين۔ والمعترفون بوقوعها منهم من سكت عن الكلام فيها بتخطية او تصويب وهو طائفة فان ارادوا انه اشتغال بمالا يعنى فلا باس به اذ قال الشافعى رحمه الله وغيره من السلف تلك دماء طهر الله عنها أيدينا فلنطهر عنها السنتنا جزء ۸

عدم ضرورت کے موقع پر سکوت ہی بہتر ہے۔

اور اہل سُنّت ہی کا طریقہ فریقین کے اجتہاد کا تخطیہ و تصویب بھی ہے۔ نبراس میں ہے۔

وقال اهل السنة كان الحق مع على رضى الله عنه وان من حاربه مخطئ فى الاجتهاد فهو معذور وان كلا من الفريقين عادل صالح ولا يجوز الطعن فى أحد منهم ... الخ

ان دونوں طریقوں کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ

اوّلاً تو پہلا طریقہ عدم ضرورت کے موقع پر محمول ہے جبکہ دوسرا طریقہ ضرورت کے موقع پر محمول ہے۔

ثانیاً۔ پہلے کا محمل یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی فریق پر ایسا حکم لگانے سے احتیاط مقصود ہو جو غلط ہو جائے مثلاً یہ کہ اجتہادی کی قید کے بغیر خاطی کہنا یا کسی فریق پر ہوائے خفی کا الزام لگانا۔

وسئل بعضهم عنها ايض فقال تلك دماء قد طهر الله منها يدى فلا اخضب بها لسانى، يعنى فى التحرز من الوقوع فى خطأ والحكم على بعض بمالا يكون مصيبا فيه

(تفسیر قرطبی بحوالہ مقام صحابہ ص۹۰)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں تفسیر قرطبی کی ایک عبارت نقل کر دی جائے۔

لایجوز ان ینسب الی أحد من الصحابة خطأ مقطوع به اذ کانوا کلهم اجتهدوا فیما فعلوه وارادوا الله عزوجل وهم کلهم لنا ائمة وقد تعبدنا بالکف عما شجر بینهم ولا نذکرهم الا باحسن الذکر لحرمة الصحبة ولنهی النّبی صلّی الله علیه وسلّم عن سبهم و ان الله غفر لهم واخبر بالرضاء عنهم هذا مع ما قد ورد من الاخبار من طرق مختلفة عن النبی صلّی الله علیه وسلّم ان طلحة شهید یمشی علی وجه الارض فلوکان ماخرج الیه من الحرب عصیانا لم یکن القتل فیه شهیدا۔ وکذلك لوکان ماخرج الیه خطأ فی التاویل و تقصیرا فی الواجب علیه لان الشهادة لا تکون الا بقتل فی طاعة فوجب حمل امرهم علی ما بیناه۔ ومما یدل علی ذلك ما قد صح و انتشر من اخبار علی بان قاتل الزبیر فی النار وقوله سمعت رسول الله صلّی الله علیه وسلّم یقول بشر قاتل ابن صفیة بالنار۔ واذا کان کذلك فقد ثبت ان طلحة والزبیر غیر عاصیین ولا آثمین بالقتال لان ذلك لوکان کذلك لم یقل النّبی صلّی الله علیه وسلّم فی طلحة شهید ولم یخبر ان قاتل الزبیر فی النار۔ وکذلك من قعد غیر مخطئ فی التاویل بل صواب اراهم الله الاجتهاد۔ واذا کان کذلك لم یوجب ذلك لعنهم والبراءة منهم و تفسیقهم وابطال فضائلهم وجهادهم وعظیم غنائهم فی الدین رضی الله عنهم ۔ وقد سئل بعضهم عن الدماء التی اریقت فیما بینهم فقال تلك امة قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسألون عما کانوا یعملون۔ وسئل بعضهم عنها ایضا فقال تلك دماء قد طهر الله منها یدی فلا اخضب بها لسانی یعنی فی التحرز من الوقوع فی خطأ والحکم علی بعضهم بما لا یکون مصیبا فیه۔

و قد سئل الحسن البصری عن قتالهم فقال قتال شهده اصحاب محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم و غبنا و علموا وجهلنا و اجتمعوا فاتبعنا واختلفوا فوقفنا　　(تفسیر القرطبی بحوالہ مقام صحابہ ص ۹۲)

کسی صحابی کی طرف قطعی (یعنی غیر اجتہادی) خطا کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ انھوں نے جو کیا وہ انھوں نے اجتہاد سے کیا تھا اور اللہ عزوجل کی فرمانبرداری ان کی مراد تھی اور وہ سب ہمارے امام ہیں اور ہمیں حکم ہے کہ ان کے مابین جو جھگڑے پیش آئے ان میں ہم خاموش رہیں اور صحبت نبوی کے احترام کی وجہ سے اور اس بناء پر کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو بُرا کہنے سے منع کیا ہے اور اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا ہے اور ان سے اپنے راضی ہونے کی خبر دی ہے ان کا صرف ذکر خیر کریں۔ اس کے علاوہ مختلف طرق سے وارد ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا طلحہ ایسے شہید ہیں جو روئے زمین پر چلتے ہیں۔ اگر ان کا لڑائی میں نکلنا نافرمانی اور عصیان کے سبب سے ہوتا تو لڑائی میں قتل سے وہ شہید نہ کہے جاتے یہی بات اس وقت بھی ہوتی جب ان کا نکلنا تاویل میں خطا اور واجب میں تقصیر و کوتاہی کے سبب سے ہوتا کیونکہ شہادت تو اس وقت ہوتی ہے جب آدمی اللہ کی اطاعت میں قتل ہو۔ لہٰذا ان حضرات کے معاملہ کو اسی پر محمول کرنا چاہیے جو ہم نے ذکر کیا۔ اس کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس مشہور و معروف قول سے بھی ہوتی ہے کہ زبیر کا قاتل جہنّمی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ مَیں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ابن صفیہ (یعنی زبیر) کے قاتل کو جہنّم کی بشارت دو۔ اور جب بات یُوں ہے تو ثابت ہُوا کہ حضرات زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہما لڑائی کرنے میں نافرمان اور گنہگار نہ تھے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرت طلحہ کے بارے میں یہ نہ فرماتے کہ وہ شہید ہیں اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یُوں نہ فرماتے کہ زبیر کا قاتل جہنّمی ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو لڑائی میں شریک نہیں ہُوئے اُنھوں نے تاویل میں خطا نہیں کی بلکہ دُرست بات تھی جو اُنھوں نے اجتہاد سے سمجھی اور اس بات سے ان پر لعن طعن کرنے کو یا ان سے تبرا کرنے کو یا ان کو فاسق قرار دینے کو واجب اور اُن کے فضائل اور اُن کے جہاد اور دین میں ان کے وافر حصّے کو کالعدم قرار نہیں دیتی۔ بعض حضرات سے اس خونریزی کے بارے میں سوال کیا گیا جو صحابہ کے مابین ہُوئی تو اُنھوں نے جواب دیا تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ وہ ایک

جماعت تھی جوگزرچکی ان کے واسطے ہے جو انھوں نے کیا اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم سے کچھ پوچھ نہیں اُن کے کاموں کی

اور بعض نے یہ جواب دیا کہ یہ وہ خونریزی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ کو پاک رکھا تو میں اپنی زبان کو اس سے رنگین نہیں کروں گا۔ یعنی ان پہ ناحق حکم نہیں لگاؤں گا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے صحابہ کی باہمی لڑائی کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ ایسی لڑائی تھی جس میں محمدؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اصحاب موجود تھے اور ہم موجود نہ تھے۔ ان کو علم حاصل تھا اور ہمیں حاصل نہیں ہے جس میں انھوں نے اتفاق کیا اس میں ہم نے ان کی پیروی کی اور جس میں ان کا اختلاف ہوا اس میں ہم نے توقف کیا۔

انتقالِ پُرملال

مدرسہ شاہی مراد آباد کے مہتمم حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب مدظلہم کے بڑے صاحبزادے جناب احمد بادشاہ رشیدی ۲۰ ستمبر کو وفات پاگئے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

مرحوم مدرسہ شاہی میں شعبہ اُردو دینیات کے اُستاد تھے۔ مختلف امراض کے سبب طویل عرصہ سے علیل تھے۔ آخر ایّام میں غدود کے ورم کی وجہ سے مرض نے شدّت اختیار کر لی تھی۔ مرحوم گوناگوں خوبیوں کے مالک تھے۔ حضرت مولانا کے لیے اس پیرانہ سالی میں بیٹے کی موت بہت بڑا سانحہ ہے اللہ تعالیٰ اُن کو اور دیگر اہلِ خانہ کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرماکر کفارۂ ذنوب اور بلندی درجات کا سبب بنائے۔ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ حضرت مہتمم صاحب کو ایک اور صدمہ آپ کے چچا جناب حاجی وحید الدّین صاحب کی وفات کا پیش آیا۔ مرحوم بہت سی خُوبیوں کے مالک بہت وضعدار انسان تھے۔ ادارہ اس دوہرے صدمہ پر حضرت مولانا رشید الدّین صاحب مدظلہم اور دیگر سوگواران کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دُعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں حضرات کی مغفرت فرماکر بلند درجات نصیب فرمائے آمین۔